گھریلو تشدُّد (روک تھام اور تحفظ) کا بل

Domestic violence (prevention and protection) Bill,2021

مفتی شعیب عالم
استاذِ جامعہ و نائب مفتی دارالافتاء

(چوتھی قسط)

’’(نہم) بیوی کو شوہر کے علاوہ کسی بھی فرد کے ساتھ مقاربت کرنے پر مجبور کر رہا ہو۔‘‘

(الف) بیوی کے علاوہ بھی خاندان کے کسی رکن کو کسی کے ساتھ ناجائز جنسی تعلق قائم کرنے پر مجبور کرنا ناجائز ہے، اس میں بیوی کی خصوصیت نہیں۔ صرف مقاربت ہی نہیں، بلکہ اس سے ہلکے افعال جیسے دیکھنے اور چھونے پر جبر کرنا بھی حرام ہے۔

(ب) شوہر کو بھی بیوی کے علاوہ کسی اور عورت کے ساتھ جنسی فعل پر مجبور کرنا جرم ہے، بلکہ مرد کو مرد کے ساتھ اور عورت کو عورت کے ساتھ تعلق پر مجبور کرنا بھی حرام ہے۔ یہ تمام صورتیں بھی اگرچہ ناجائز ہیں، مگر بل کے الفاظ ان کا احاطہ نہیں کرتے ہیں، ان کو داخلِ جرم کرنے کی ضرورت شاید اس لیے محسوس نہیں کی گئی ہے کہ یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ ناجائز جبر صرف مرد ہی کرتا ہے اور صرف بیوی ہی اس کے جبر واکراہ کا نشانہ بنتی ہے۔

(ج) زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس دفعہ کو دفع کردیا جائے، کیونکہ ان افعال کی سزائیں دیگر قوانین میں موجود ہیں۔ اگر موجود نہیں ہیں تو صرف اتنے الفاظ مقصد کے بیان کے لیے کافی ہیں کہ ’’کسی کو کسی کے ساتھ ناجائز جنسی فعل پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے۔‘‘

(د) خاندانی قوانین کے بیان میں اس دفعہ کی ضرورت اس وجہ سے بھی نہیں ہے کہ ہماری روایات میں ایک سخت بدکردار شخص بھی اپنی زوجہ، اولاد اور اقارب کے لیے بدکرداری کو پسند نہیں کرتا ہے، چہ جائیکہ اس کو مجبور کرتا ہو۔

’’(ج) ’’جنسی زیادتی‘‘ میں جنسی نوعیت کا کوئی بھی طرزِ عمل جو کہ نادار شخص یا کسی بھی دیگر

شخص کی حرمت کی آبروریزی کرتا ہو، تذلیل کرتا ہو، تحقیر کرتا ہو یا بصورتِ دیگر خلاف ورزی کرتا ہو، شامل ہیں۔‘‘

اس دفعہ میں حد درجہ ابہام ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

۱:- اگر فعلِ زنا مستوجب حد ہو تو دفعہ ۵ ’’جرم زنا (نفاذِ حدود) آرڈیننس‘‘ کے تحت قابلِ سزا ہے۔ اگر فعل موجبِ تعزیر ہے تو تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۵۰۹ ’’عفت میں دخل اندازی یا جنسی ایذا دہی کا باعث ہونا‘‘۔ دفعہ ۳۵۴: ’’عورت کی عفت کی بے حرمتی کرنے کے لیے حملہ یا جبر مجرمانہ‘‘، اور دفعہ ۳۵۴A ’’کسی عورت پر مجرمانہ حملہ یا جبر مجرمانہ‘‘ کے تحت قابلِ سزا ہے۔ اگر کوئی اور فعل مراد ہے تو پھر اس کی تعریف وتشریح ضروری تھی۔

۲:- اگر بیوی کے علاوہ کسی پر جنسی حملہ مراد ہے جس میں ایک شخص دوسرے شخص کو اس کی مرضی کے بغیر شہوت سے چھوتا ہے یا ہم بستری سے جڑا کوئی عمل کرتا ہے تو شرعاً قابلِ تعزیر جرم ہے، خواہ جنسی حملہ ہم جنس پر ہو یا مخالف جنس پر ہو اور متضرر شخص کی رضامندی شامل ہو یا شامل نہ ہو۔

۳:- پڑوسی ملک ہندوستان کی سپریم کورٹ نے قرار دیا تھا کہ زنا بالجبر (Rape) کا اطلاق شادی شدہ جوڑوں پر نہیں ہوتا، پھر کیرالہ ہائی کورٹ نے قرار دیا کہ بیوی کے جسم کو اپنی ملکیت سمجھنا اور اس کی مرضی کے خلاف اس سے مباشرت کرنا ’’جبراً جنسی عمل‘‘ (Marital Rape) ہے اور اس بنا پر بیوی علیحدگی کا مطالبہ کرسکتی ہے۔ بعض مغربی ممالک میں بیوی کے ساتھ زبردستی جنسی تعلق قائم کرنا قابلِ تعزیر جرم ہے، جسے ازدواجی آبروریزی (Marital Rape) کہا جاتا ہے۔ کچھ ملکوں میں جنسی تشدد سے یہ بھی مراد لیا جاتا ہے کہ عورت جنسی تعلق پر تو رضامند ہو، مگر کسی خاص طرح کے فعل پر راضی نہ ہو یا اس کے ساتھ کوئی غیر محفوظ یا ذلت آمیز جنسی عمل کیا جائے یا جب وہ رک جانے کا کہے اور مرد فعل جاری رکھے۔ اس طرح کے قوانین کے پیچھے وہی تحریکِ نسواں اور اس کے خیالات اور ’’میرا جسم میری مرضی‘‘ جیسے نعرے کارفرما ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس دفعہ کے پیچھے وہی مغربی خیال ہے کہ شوہر بھی بیوی کو جنسی تعلق کے لیے مجبور نہیں کرسکتا ہے۔

اسلام میں زوجین کو ایک دوسرے کے جسم سے لطف اندوز ہونے کا حق ہے۔ قرآنی احکامات اس بارے میں بالکل واضح ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ: ’’جب وہ پاک ہوجائیں تو آؤ ان کے قریب جیسا کہ اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔‘‘ اور ارشاد ہے: ’’تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں تو آؤ ان کے پاس جیسے چاہو۔ [البقرۃ: ۲۲۳]

احادیث میں جماع کو صدقہ قرار دیا گیا ہے، اگر بیوی انکار کرے تو اس کے فعل کو باعثِ لعنت

کہا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ تنور پر بھی ہو تو اسے شوہر کی جنسی تسکین کر لینی چاہیے۔

فقہ کی رو سے اگر بیوی نابالغہ ہے مگر اس کی صحتِ جسمانی ایسی ہے کہ جماع کے قابل ہے اور مرض کا اندیشہ نہیں تو اس سے جماع جائز ہے، اگر چہ اس کی عمر نو سال سے کم ہی کیوں نہ ہو اور اگر وہ بوجہ لاغری وکمزوری جماع کا تحمل نہ کر سکتی ہو اور بیماری کا خدشہ ہو تو اس سے تعلق زن شوئی کا قیام ناجائز ہے، اگر چہ اس کی عمر زیادہ ہو۔ اسی طرح اگر وہ حیض یا نفاس کی حالت میں ہو یا بیمار ہو یا شوہر سوکن کے سامنے اس سے وظیفۂ زوجیت کا مطالبہ کرتا ہو تو اسے انکار کا حق ہے: (دیکھیے: الفتاوی الہندیۃ، ج:۷، ص:۸ ۳۸۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج:۳، ص:۱۲۸)

''(د) ''معاشی استحصال'' میں معاشی یا مالیاتی ذرائع سے دانستہ محرومی یا مذکورہ ذرائع تک رسائی جاری رکھنے میں ممانعت یا پابندی شامل ہے، جس میں متضرر شخص کو فی الوقت نافذ العمل کسی بھی قانون یا رسم ورواج کے تحت مستحق کیا گیا ہو۔''

ا:۔ زوجین ایک دوسرے کے مال پر کس قدر حق رکھتے ہیں؟ اس بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ رشتۂ زوجیت کی وجہ سے شوہر کو بیوی کے مال وجائیداد پر اور بیوی کو سوائے نفقہ کے شوہر کے مال پر کوئی استحقاق ثابت نہیں ہوتا، اس لیے اگر زوجین ایک دوسرے کے معاشی ذرائع یا جائیداد پر قابض ہوتے ہیں تو غاصب ٹھہرتے ہیں۔ یہی حال دیگر اعزہ اور اقرباء کا بھی ہے کہ اولاد کو والدین سے اور والدین کو اولاد سے اور رشتہ دار کو قریب تر رشتہ دار سے خاص شرائط کے تابع نفقہ ملتا ہے، مگر ملکیت ہر ایک کی جدا ہوتی ہے اور خاندان کا کوئی رکن دوسرے رکن کو اس کی ملکیت سے یا ملکیت سے مستفید ہونے سے محروم نہیں کر سکتا ہے۔ اگر قانون کا دائرہ اس حد تک ہے تو درست ہے اور شریعت اس سے متفق ہے۔

۲:۔ اس دفعہ کے مطابق کسی کو ایسے مالی حق سے محروم کرنا یا اس میں رکاوٹ بننا جرم ہے، جس کا وہ قانون یا رسم ورواج کی رو سے حق رکھتا ہو۔ یہ دفعہ شرعی پہلو سے اس وقت درست ہو سکتی ہے جب قانون اور رسم ورواج دونوں کے ساتھ یہ اضافہ کیا جائے کہ وہ اسلامی احکام کے منافی نہ ہوں۔ اگر یہ قید نہ بڑھائی جائے تو بسا اوقات قانون یا رسم ورواج کے تحت ایک شخص ضرر رسیدہ ٹھہرتا ہے، مگر شریعت کی رو سے نہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی قانون یا رسم کو شریعت پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے، مثلاً:

الف:۔ قانون کی رو سے بیوی ملازمت کا حق رکھتی ہے اور شوہر اسے روکنے کا مجاز نہیں ہے، مگر از روئے شرع شوہر یہ حق رکھتا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے اس بل کی رو سے بیوی کو شوہر کے خلاف چارہ جوئی کرنے اور ہرجانہ وصول کرنے کا حق ہوگا، مگر از روئے شرع وہ یہ حق نہیں رکھتی ہے،

البتہ شوہر پر اس کی معاشی کفالت واجب ہے۔

ب:-شوہر صرف بیرونِ خانہ ہی بیوی کو روکنے کا مجاز نہیں ہے، بلکہ وہ اندرونِ خانہ بھی بیوی کو ایسی صنعت وحرفت سے روک سکتا ہے جس سے اُسے عار لاحق ہوتی ہو یا اس کے حقوق متاثر ہوتے ہوں۔ آگے ان کی تفصیل آتی ہے۔

۳:-اگر لڑکی نابالغہ ہے تو اس کا نان ونفقہ باپ پر ہے اور باپ ولی ہونے کی حیثیت سے اسے معاش کے لیے نکلنے سے منع کرنے کا مجاز ہے، کیونکہ لڑکیاں مردوں کی حریص نگاہوں کا نشانہ بنتی ہیں۔ اگر بالغہ ہے تو وہ خود مختار ہے، مگر فسادِ زمانہ اور معاشرتی انحطاط کی وجہ سے باپ کو اس پر ولایت ضم حاصل ہے اور باپ اسے اپنے ساتھ سکونت پر مجبور کرسکتا ہے۔ باپ نہ ہو تو دادا اور پھر دیگر اولیاء کو بھی یہ حق حاصل ہے۔ اس میں عورت کا معاشی استحصال بھی نہیں ہے، کیونکہ اگر وہ محتاج ہے تو نکاح ہونے تک اس کی ضروریات کا بندوبست باپ اور اس کے بعد قریب تر رشتہ دار پر لازم ہے۔

۴:-بیوی اندرونِ خانہ کوئی معاشی سرگرمی رکھتی ہو جس سے شوہر کے حق میں خلل پڑتا ہو یا اسے تکلیف ہوتی ہو تو شوہر اسے روک سکتا ہے، مثلاً:

(۱) بیوی گھر کے اندر ہی کسی کو کوئی علم یا فن سکھاتی ہو یا گھر کے اندر ہی دست کاری، سلائی، کڑھائی یا کسی اور صنعت میں مشغول رہتی ہو، جس سے شوہر کے متعلق ذمہ داریوں میں فرق آتا ہو،

(۲) یا بیوی کے عمل کی وجہ سے شوہر کو تکلیف ہوتی ہو، مثلاً کام کی بدبو ہو یا گندگی ہو، یا

(۳) بیوی کے عمل کی وجہ سے اس کی صحت گرتی ہو اور وہ لاغری وکمزوری کا شکار ہوتی ہو، یا

(۴) جس کام کی وجہ سے اس کے حسن وجمال میں فرق آتا ہو۔

(۵) جو کام فی نفسہٖ مباح ہو، مگر شوہر کے لیے باعثِ عار ہو، مثلاً پرائے بچے کو دودھ پلاتی ہو، جب کہ وہ معزز خاندان سے ہو، یا

(۶) بیوی نفقے کی مد میں سے کچھ بچا لیتی ہے، جس سے اس کے جمال میں فرق آتا ہے یا صحت گرتی ہے۔

ان تمام صورتوں میں شوہر بیوی کو منع کرسکتا ہے اور اگر بیوی نہ مانے تو وہ گناہ گار ہوگی، مگر قانون کی رو سے چونکہ اس کا معاشی نقصان ہے، اس لیے شوہر اسے منع کا حق نہیں رکھتا ہے۔

۵:-عائلی قوانین کی رو سے چچاؤں کی موجودگی میں بھی یتیم پوتا دادا کے مال میں حقِ وراثت رکھتا ہے، مگر کتاب اللہ میں نہیں رکھتا ہے۔

۶:- ہمارے معاشرے میں والد بالغ لڑکوں کی بھی کفالت کرتا ہے، بلکہ بسا اوقات اس سمیت بہو اور پوتوں پوتیوں کی بھی کفالت کرتا ہے، مگر اسے والد کا احسان اور اسلامی معاشرے کا حسن تو کہہ سکتے ہیں، لیکن یہ بیٹے یا اس کے کنبے کا لازمی حق نہیں ہے۔

۷:- عام طور پر بڑا بیٹا والد کے حین حیات والد کا کاروبار سنبھالتا ہے اور اسی سے اپنی ضروریات بھی پوری کرتا ہے یا والد اس کے اخراجات کا تحمل کرتا ہے، مگر جب تک والد بطور شریک اسے شامل نہ کرے یا معاہدۂ ملازمت کے تحت اسے اجیر نہ رکھے، اس وقت وہ کاروبار کے اثاثوں یا منافع میں کوئی استحقاق نہیں رکھتا ہے۔ اگر باپ اسے کاروبار سے بے دخل کرتا ہے یا کاروبار کے فوائد سے اسے محروم رکھتا ہے تو اسے حقِ دعویٰ نہیں ہے۔

۸:- اولاد میں سے جو مال رکھتے ہوں یا نرینہ اولاد میں سے جو کمانے کے قابل ہوں، ان کے اخراجات باپ کے ذمہ نہیں رہتے ہیں، مگر والد ان کے اخراجات اٹھاتا ہے۔ اگر والد ان کے اخراجات روک دے یا کوئی شخص دور کے کسی رشتہ دار کی کفالت کرتا ہو جو اس کے ساتھ سکونت بھی رکھتا ہو اور اس کے بعد وہ کفالت کا سلسلہ روک دے تو اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

۹:- اگر والدین تنگ دست ہوں اور اولاد غنی ہو تو اولاد کا مال والدین کا مال سمجھا جاتا ہے اور اولاد بھی اسے اپنی سعادت سمجھتی ہے، شرعی قانون کی رو سے اگر والدین محتاج ہیں تو اولاد کے مال میں صرف ضروریات کا حق رکھتے ہیں اور ضرورت کے بقدر اولاد کے مال میں سے اولاد کی اجازت کے بغیر بھی وصول کر سکتے ہیں، مگر اولاد کا مال ان کا مملوکہ نہیں ہے، کیونکہ ملکیت ہر ایک کی جدا جدا ہے۔

۱۰:- شوہر اپنے اور بیوی کے نام سے جوائنٹ اکاؤنٹ کھولتا ہے اور صرف وہی اس میں اپنا مال جمع کرتا ہے۔ قانون کی رو سے دونوں ہی رقم نکالنے کا استحقاق رکھتے ہیں، مگر شرعاً جمع شدہ رقم شوہر ہی کی ہے۔

۱۱:- ملازمین کو کچھ فنڈز اپنے اہل خانہ میں کسی کے نام کرنے کا حق ہوتا ہے جو ملازم کا صواب دیدی اختیار ہوتا ہے اور اس میں تبدیلی کا بھی حق رکھتا ہے، مگر اس بل کی رو سے اسے حق نہ ہونا چاہیے۔

الغرض ان صورتوں میں قانون اور رسم و رواج کے تحت ایک شخص دوسرے کے مال میں حق رکھتا ہے، مگر شریعت کی رو سے نہیں رکھتا ہے، اس لیے ابتدا میں کہا گیا کہ قانون اور رسم کے ساتھ شریعت کی قید بڑھانا ضروری ہے۔

''توضیحِ دوم: تعین کرنے کی غرض سے کہ آیا مسئول الیہ کا کوئی بھی فعل، ترک فعل، ارتکاب یا طرزِ عمل اس دفعہ کے تحت ''گھریلو تشدد'' کو تشکیل دیتا ہے تو معاملے کے تمام

تر حقائق اور حالات کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے گا۔‘‘

’’تاتریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود‘‘ صرف بیانِ حلفی جمع کرانے یا کوئی مواد پیش کرنے کے بعد جب عدالت ذلت آمیز عبوری سزائیں نافذ کردے گی، اس کے بعد اگر حقائق اور حالات کا جائزہ لے بھی لیا جائے تو مدعا علیہ کی تسکین کس طرح ہوگی؟ جب سرِ بازار بوڑھے والد کو ایک مرتبہ رسوا کردیا جائے تو پھر حقائق کی چھان بین اس کے لیے معنی نہیں رکھتی۔

افسوس کہ ہماری مقننہ رشتوں کی حساسیت سے ناواقف ہے۔ رشتے دھاگے سے زیادہ کچے اور شیشے سے زیادہ نازک ہوتے ہیں۔ کچے دھاگے گرہ سے پھر کب مضبوط ہوتے ہیں؟ اور شیشے کی دراڑ پڑنے کے بعد پھر کب ختم ہوتی ہے!؟

’’۴:-سزا: (۱) اگر پی پی سی (PPC) کے تحت آنے والے کسی جرم کا ارتکاب گھریلو تعلق میں کیا گیا ہو جرائم قابلِ سزا ہوں گے، جیسا کہ پی پی سی (PPC) کے تحت فراہم کیے گئے ہیں۔

(۲) اگر ارتکاب شدہ جرم پی پی سی (PPC) کے تحت نہ آتا ہو تو گھریلو تشدد کے فعل میں زیادہ سے زیادہ تین سال کی مدت کے لیے قیدِ محض کی سزا دی جائے گی اور یہ ارتکاب شدہ گھریلو تشدد کے فعل کی کثافت پر انحصار کرتے ہوئے چھ ماہ سے کم نہ ہوگی، اور ایک لاکھ روپے جرمانہ اور کم سے کم بیس ہزار روپے متضرر شخص کو تلافی کے طور پر بھی ادا کیا جائے گا۔

(۳) جرمانے کی ادائیگی سے قاصر ہونے پر عدالت تین ماہ کی قیدِ محض دے سکے گی۔

(۴) جو کوئی بھی گھریلو تشدد کے جرم کے ارتکاب کرنے میں مدد یا اعانت کرتا ہو تو جرم کی بابت فراہم کردہ اسی سزا کا مستوجب ہوگا۔

۱۲:-مسئول الیہ کی جانب سے عبوری یا حکم تحفظ کی خلاف ورزی پر تعزیر:

(۱) مسئول الیہ کی جانب سے حکمِ تحفظ یا عبوری حکم یا حکمِ رہائش یا حکمِ تحویل کی خلاف ورزی ایک جرم ہوگی جو ایک سال تک سزائے قید اور مع ایک لاکھ روپے جرمانے کی سزا کا مستوجب ہوگا جو کہ متضرر شخص کو ادا کیا جائے گا۔‘‘

اس بل میں دو قسم کی سزاؤں کا ذکر ہے: ایک وہ سزائیں ہیں جو عبوری اور عارضی ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جو حتمی اور قطعی ہیں اور سماعت کے اختتام پر عدالت صادر کرتی ہے۔ اس دوسری قسم میں درج ذیل سزائیں شامل ہیں:

۱:- اگر جرم تعزیراتِ پاکستان کے تحت قابلِ سزا ہو تو اسی کے تحت سزا دی جائے گی۔

۲:- کم از کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ تین سال قیدِ محض ہوگی، ایک لاکھ جرمانہ ہوگا اور اس سے قاصر رہنے کی صورت میں تین ماہ مزید قیدِ محض بھگتنا ہوگی۔ بیس ہزار زرِتلافی کی صورت میں متضرر شخص کو ادا کرنا ہوں گے۔

۳:- جرم میں معاونت کرنے والے کی بھی یہی سزا ہوگی۔

۴:- عارضی احکامات کی خلاف ورزی پر ایک سال قید اور ایک لاکھ جرمانہ ہوگا جو متضرر کو ادا کیا جائے گا۔ [دفعہ ۱۲(۱)]

دوسری قسم عارضی سزاؤں کی ہے۔ عارضی سزائیں وہ ہیں جو عدالت قانونی چارہ جوئی کے درمیان اور قطعی فیصلہ کرنے سے پہلے جاری کرسکتی ہے، ان کا حاصل چار سزائیں ہیں:

۱: احکامِ تحفظ (Protection orders)

۲: حکمِ رہائش (Residence orders)

۳: مالی امداد (Monetary relief)

۴: تحویلی احکامات (Custody orders)

ان سزاؤں پر تبصرے سے پہلے کچھ اصولی نکات کا بیان ضروری ہے:

۱:- سزاؤں کا تعلق قانونِ فوجداری سے ہے۔ اسلامی اور مغربی قانونِ فوجداری میں صرف جزئیات کا نہیں، بلکہ اصولوں کا اختلاف ہے۔ اصولوں کے اختلاف کی وجہ سے ممکن نہیں ہے کہ جزئیات میں اختلاف نہ ہو۔

۲:- سزا جرم پر ہوتی ہے مگر جب کوئی فعل یا ترکِ فعل جرم نہ ہو تو اس پر سزا نہیں دی جاسکتی۔ اس بل میں جرم کی تعریف میں بہت سے ایسے افعال کو شامل کیا گیا ہے جو شرعاً وعقلاً جرم نہیں قرار دیئے جاسکتے، جیسا کہ جذباتی، جنسی، نفسیاتی اور مالی تشدد پر تبصرہ کرتے ہوئے گزر چکا ہے۔

۳:- اصولِ قانون میں اختلاف کے باوجود شرعی اور مغربی نظامہائے قانون اس پر متفق ہیں کہ جرم اور سزا میں توازن ہونا چاہیے، مگر اس بل میں توازن اور اعتدال کے اصول کو یکسر نظرانداز کردیا گیا ہے۔

۴:- جو افعال جرم نہیں ان میں سزا کے نفاذ کے وقت یہ بل بعض بنیادی حقوق کو بھی سلب کردیتا ہے، جس کی تفصیل بل کی تمہید کا جائزہ لیتے وقت گزر چکی ہے۔

۵:- اس بل میں قطعی اور حتمی سزائیں تو جرمانہ اور قید ہے، مگر عبوری سزائیں کئی پہلوؤں سے قطعی سزاؤں سے زیادہ سخت ہیں، کیونکہ ایک تو تعداد میں زیادہ ہیں، دوسرے ہمہ جہت اور ہمہ پہلو ہیں، مثلاً مالی ومعاشی، سماجی ومعاشرتی، نفسیاتی وذہنی وغیرہ۔ تیسرے ملزم کو رسوا کرکے رکھ دیتی ہیں، اس پہلو سے انسانیت سوز اور ذلت آمیز بھی ہیں اور ہماری مسلمہ اسلامی اور معاشرتی اقدار کو پامال کرتی ہیں۔ مزید یہ کہ ان عبوری سزاؤں میں سے بعض ایسی ہیں کہ مدعی (شکایت کنندہ) کی اجازت کے بغیر اٹھائی نہیں جاسکتی ہیں۔

۶:- اگر اس بل میں جرم اور سزا کا تقابل کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ رائی کا پربت اور بات کا بتنگڑ بنایا گیا ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اکثر افعال ایسے ہیں جو یا تو جرم ہی نہیں ہیں یا اتنے بڑے جرائم نہیں ہیں کہ ان پر اس قدر سزائیں دی جائیں یا ان کے لیے اتنا بڑا انظام قائم کیا جائے اور جو جرائم ہیں ان کے لیے دیگر قوانین میں سزائیں موجود ہیں۔

''۶:- گھر میں رہنے کا حق: (۱) فی الوقت نافذ العمل کسی بھی دیگر قانون میں شامل کسی امر کے باوصف، متضرر شخص کو حق حاصل ہوگا کہ شراکت شدہ گھر میں رہے، خواہ متضرر شخص اس میں کوئی حق، حقیت یا حقِ استفادہ رکھتا ہو یا نہ ہو۔

(۲) متضرر شخص گھر میں، یا عدالتی حکم کے تحت مالیاتی وسائل کے مطابق مسئول الیہ کی جانب سے انتظام کی گئی متبادل رہائش گاہ میں، یا کسی بھی سروس فراہم کنندہ کی جانب سے انتظام شدہ پناہ گاہ میں رہنے کی بابت چناؤ کرسکے گا۔''

ذیلی شق (۱) کے تحت اگرچہ متضرر اس گھر میں کوئی حق نہ رکھتا ہو اور کسی اور نافذ العمل قانون کے تحت اسے نکالا جاسکتا ہو۔ اس کے ساتھ دوسری ذیلی شق کو ملانے سے حاصل یہ بنتا ہے کہ متضرر کو تین مقامات میں سے کسی ایک کے انتخاب کا حق ہوگا:

۱: وہ گھر جس میں جرم وقوع پذیر ہوا ہے، اگرچہ مدعی اس میں کوئی حق نہ رکھتا ہو۔

۲: وہ متبادل رہائش گاہ جس کا انتظام مدعا علیہ کرکے دے۔

۳: حکومتی پناہ گاہ/ دارالامان/شیلٹر ہوم

اس سے جو خرابیاں لازم آئیں گی وہ کچھ اس نوع کی ہوں گی:

۱:- اگر گھر ملزم کا ہو تو یہ دفعہ اس کو مزید طیش اور اشتعال دلانے کا سبب بنے گی، یعنی متضرر کو گھر میں رہنے کا حق دینا گویا مزید تشدد کو دعوت دینا ہے۔ اس طرح بجائے ختم ہونے کے

مزید گھریلو جھگڑے جنم لیں گے۔

۲:- اگر متضرر کوئی ایسا شخص ہو جو اس گھر میں حقِ سکونت ہی نہ رکھتا ہو، مثلاً:

سوتیلی یا رضاعی اولاد، یا

اپنی یا اولاد کے سسرالی رشتہ دار، یا

مطلقہ جس کی عدت بھی گزر چکی ہو۔

الغرض ایسے رشتہ دار جن کو شرعی قانونِ نفقہ کے تحت رہائش دینا مدعا علیہ پر واجب نہ ہو، ان کو اس گھر میں ٹھہرائے رکھنا خود مدعا علیہ کا استحصال ہے۔

۳:- مکان جس کا مملوکہ ہے وہ اس میں حقِ تصرف بھی رکھتا ہے، چنانچہ مالک کسی شخص کو بے دخل کرسکتا ہے، مگر یہ دفعہ اس کے حقِ تصرف پر قدغن عائد کرتی ہے۔

۴:- اگر متاثرہ فریق کسی کے زیرِ حضانت یا کفالت ہو اور کفالت کنندہ یا حضانت کنندہ کے علاوہ کوئی اور اس پر تشدد کرے یا متاثرہ شخص کسی کی بیوی ہو اور شوہر کے علاوہ کوئی اس پر تشدد کرے تو زیرِ کفالت شخص کی رہائش کا فیصلہ کفالت کنندہ کا حق ہے اور بیوی کی سکونت کے بارے میں شوہر کا قول حرفِ اخیر ہے، مگر مجوزہ بل متاثرہ فریق کو تین جگہوں میں حقِ انتخاب دیتا ہے۔

۵:- اگر متضرر خود ناجائز قابض ہو یا اس نے گھرانے میں مداخلت بے جا کی ہو تو دیگر قوانین کی رو سے اسے فوری بے دخل ہوجانا چاہیے، مگر یہ دفعہ اس کے قبضے کو استقرار بخشتی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ خود ملزم کو اس گھر سے بے دخل ہونا ہوگا، جیسا کہ آمدہ دفعہ میں قرار دیا گیا ہے۔ اس سے جو خرابیاں پیدا ہوں گی، ان کا تصور مشکل نہیں ہے۔

۶:- متبادل رہائش گاہ کا بندوبست بھی کوئی سہل امر نہیں ہے، لیکن چونکہ متضرر کو اس کے انتخاب کا حق ہے، اس لیے سرکش اور باغی طبائع بے روک آزادی کے لیے یا سرپرستوں کو زچ کرنے کے لیے ایک حیلے کے طور پر اس کا استعمال کریں گی۔

۷:- متضرر پناہ گاہ کا بھی انتخاب کرسکتا ہے۔ چاروں صوبوں میں اس نوع کے قوانین صرف زیرِ غور نہیں بلکہ نافذ ہوچکے ہیں، وہاں پناہ گاہوں، اولڈ ایج ہومز، کیئر ہاؤسس وغیرہ کی تعداد کتنی ہے؟ اور وہاں کا ماحول کتنا پاکیزہ ہے؟ دارالامان میں عورت کس قدر مامون رہتی ہے؟ اگر اخباری اطلاعات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے حسنِ ظن سے کام لیا جائے اور فرض کیا جائے کہ وہاں یورپ جیسی سہولیات میسر ہیں تو خود یورپ کے عقلاء کیئر ہاؤسز، اولڈ ایج ہومز اور پناہ گاہوں کے سماجی نقصانات

کے بارے میں کن نتائج پر پہنچے ہیں، وہ بھی مدِنظر رکھنے چاہئیں۔

۸:- ان حقائق کی روشنی میں اس بل کے حوالے سے یہ کہنا درست ہے کہ اسے جنون کی حد تک اصرار ہے کہ متضرر کو بہرصورت اجنبی لوگوں، اجنبی ماحول اور اجنبی جگہ میں رکھنا ہے، اسے خاندان سے بہرصورت کاٹ کر رکھنا ہے، ہر ایسا راستہ بند رکھنا ہے جس سے جوڑ کی کوئی صورت پیدا ہوتی ہو۔

''۷:۔حکم عارضی دینے کا اختیار: (۱) عدالت، اس ایکٹ کے تحت کسی بھی کارروائی میں درخواست دینے کے کسی بھی وقت اور مرحلے پر ایسا حکم عارضی صادر کر سکے گی، جسے وہ منصفانہ اور مناسب سمجھے۔

(۲) اگر عدالت کو اطمینان ہو کہ درخواست میں بادی النظری ظاہر ہوتا ہے کہ مسئول الیہ گھریلو تشدد کے فعل کا ارتکاب کر چکا ہے یا یہ کہ یہ قرینِ قیاس ہو کہ مسئول الیہ گھریلو تشدد کے فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے، تو وہ عدالت کے روبرو رکھے گئے متضرر شخص کے حلف نامے یا کسی بھی دیگر شہادت یا مواد کی بنا پر حکم جاری کر سکے گی، جیسا کہ مسئول الیہ کے خلاف دفعات ۸، ۹ اور ۱۰ کے تحت فراہم کیا گیا ہے۔''

حکمِ عارضی سے مراد یہ ہے کہ عدالت قانونی چارہ جوئی کے درمیان اور قطعی فیصلہ کرنے سے پہلے کوئی حکم جاری کر سکتی ہے۔

۱:- ذیلی شق (۱) میں عدالت کو صوابدیدی اختیار دیا گیا ہے کہ جیسے وہ مناسب اور منصفانہ سمجھے حکم جاری کر سکتی ہے۔ اب جج کے ذہن میں کیا ہے؟ وہ کس طبیعت کا مالک ہے؟ اور وہ کیا قرینِ مصلحت سمجھتا ہے؟ یہ ملزم کی قسمت پر ہے۔

عدالت سزا دینے میں بے جا سختی یا نرمی کا شکار نہ ہو، اس لیے قانون میں سزا اور اس کی حد اقل اور اکثر کی تصریح کر دی جاتی ہے، تاکہ جج افراط وتفریط کا شکار نہ ہو، مگر اس شق میں اس کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی۔ بطورِ تفنن عرض ہے کہ جس قدر سزائیں اس بل میں تجویز کی گئی ہیں، اس کے بعد کوئی نئی سزا تجویز کرنے میں عدالت کو کافی ذہنی توانائی صرف کرنا ہوگی۔

۲:- ذیلی دفعہ (۲) میں حکمِ عارضی کی بنیادوں کو واضح کیا گیا ہے کہ وہ مدعی کا حلف نامہ یا کوئی شہادت یا مواد ہو سکتا ہے۔ مدعی کے ذمہ گواہان یا ٹھوس ثبوت کا پیش کرنا ہوتا ہے، محض حلف نامے پر اس نوع کی سزاؤں کا نفاذ جو اس بل میں درج ہیں انصاف کے اصولوں کے خلاف ہے۔

۳:- تسلیم کہ شہادت سے مراد دو عادل گواہ ہیں جو تزکیۃ الشہود کے معیار پر بھی پورے

اُترتے ہیں۔ اقرار کہ مواد بھی ٹھوس اور قطعی ہے جو قرینہ قطعیہ کا ہم پلہ ہے۔ اعتراف کہ حلف نامہ بھی مبنی برصدق ہے، مگر پھر بھی یکطرفہ موقف ہے۔ صرف یکطرفہ کارروائی کو ثبوتِ جرم کے برابر قرار دینا اور اس بنا پر ملزم کے ساتھ مجرم جیسا سلوک کرنا شریعت اور قانون کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ پھر اگر مدعی کا حلف نامہ تسلیم ہے تو مدعا علیہ کا کیوں نہیں؟ جب کہ حلف اُٹھانا مدعی کے ذمہ نہیں، بلکہ مدعا علیہ کا فریضہ ہے۔

۴:- prima facie (بادی النظر) کے اصول کا استعمال بایں معنی درست نہیں معلوم ہوتا کہ مقررہ سزائیں دوررس اثرات کی حامل ہیں۔ اس کے علاوہ اگر عدالت کی نظر میں قرینِ قیاس ہو کہ جرم کا وقوع ہونے والا ہے تو عدالت انسدادی احکامات صادر کرسکتی ہے، مگر بل کی سب سزائیں انسدادی نوعیت کی نہیں ہیں۔ اس سے زیادہ اہم وہ وجوہات ہیں جن سے عدالت قیاس قائم کرتی ہے۔

بہرحال اگر عدالت کی نظر میں محض درخواست سے ظاہر ہو کہ تشدد کا ارتکاب ہوا ہے یا اس کا امکان ہے تو حکم صادر کرسکتی ہے کہ:

”۸:- احکامِ تحفظ اور احکامِ رہائش: **(۱) عدالت اطمینان کے طور پر کہ گھریلو تشدد بادی النظری میں ایسے مقام پر ہوا ہے یا ایسے مقام پر ہونے کا امکان ہے تو متضرر شخص کے حق میں حکمِ تحفظ صادر کرسکے گی اور مسئول الیہ کو ہدایت دے سکے گی کہ:**

(الف) مزید گھریلو تشدد کے کسی بھی فعل کا ارتکاب نہ کرے۔

(ب) متضرر شخص کے ساتھ - اعتراضات کے ساتھ یا بغیر - کسی بھی شکل میں یا طریقہ کار میں بشمول ذاتی، زبانی یا تحریری، الیکٹرانک یا ٹیلی فونک یا متحرک ٹیلی فون کے نظام سے کوئی بھی باہمی رابطہ نہ رکھے۔

(ج) متضرر شخص سے اعتراضات کے ساتھ یا بغیر دور رہے۔“

مطلب یہ ہے کہ کسی بھی نوعیت کا اور کسی بھی جہت سے اور کسی بھی ذریعے اور وسیلے سے رابطہ نہ رکھے۔ سوال یہ ہے کہ:

۱:- جب اس بل کی دفعہ ۱۲ (۲) کے تحت جرم قابلِ ضمانت اور قابلِ راضی نامہ ہے تو رابطہ نہ ہونے سے راضی نامہ کیسے ہوگا؟

۲:- اس گمان کے پیچھے کیا ٹھوس حقائق ہیں کہ مدعا علیہ مزید تشدد کی نیت سے ہی متضرر کے قریب جانا چاہتا ہے۔ اگر وہ صلح وصفائی اور معافی ودرگزر کی نیت سے جانا چاہتا ہے تو قانون اس میں حائل کیوں ہوتا ہے؟

۳:- اگر متضرر کی ناراضگی کسی غلط فہمی کی وجہ سے ہے تو رابطہ کیے بغیر وہ کیسے دور ہوگی؟

۴:- اگر مدعا علیہ کسی اہم تر شرعی یا قانونی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے رابطہ کرنا چاہے تو اس کی ممانعت کیوں ہے؟

۴:- بل کا موضوع خاندان کے ارکان ہیں۔ آخر زوجین کو، اولاد اور والدین کو، بھائی اور بہن کو، بھتیجوں اور چچاؤں کو، بھانجوں اور خالہ ماموں کو، پوتوں کو دادا اور دادی سے اور نواسوں کو نانا اور نانی سے بات یا ملاقات سے کیسے روکا جاسکتا ہے؟ قطع تعلق تو عام مسلمان کیسے ساتھ بھی جائز نہیں اور رشتہ داروں کے ساتھ تو اور بری اور قطع رحمی میں داخل ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ احکامِ تحفظ کی دفعات مصالحت کے بجائے مخاصمت، جوڑ کے بجائے توڑ، اصلاح کے بجائے خرابی، تقریب کے بجائے تفریق اور صلہ رحمی کے بجائے قطع رحمی پیدا کرتی ہیں۔

’’(د) متضرر شخص سے ایسے فاصلے پر رہے، جیسا کہ عدالت مقدمے کے مخصوص حقائق اور حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے تعین کرے:‘‘

۱:- فاصلے کا کوئی تعین نہیں ہے جو قریب اور دور ہوسکتا ہے۔ اگر مدعا علیہ کو شہر بدر کردیا جائے تو قانون کے اطلاق میں اس کی گنجائش ہے۔ اگر فاصلہ قریب کا بھی ہو تو آزادانہ نقل وحرکت پر پابندی ضرور ہے۔

۲:- ساس اور سوکن کی اَن بن مشہور ہے اور ماں، بیٹی اور بہنیں بھی آپس میں لڑ پڑتی ہیں، کیونکہ برتن قریب ہوں تو کھنکنے کی آواز آہی جاتی ہے۔ اب اگر مقدمۂ خاتون برخلاف خاتون کا ہو تو کیا مدعیہ کو شیلٹر ہوم بھیجا جائے گا اور مدعا علیہا کو خانہ بدر کیا جائے گا؟ اگر ان کے سات چھوٹے بچے بھی ہوئے تو وہ ہمراہ ہوں گے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پرورش اور تربیت بچوں کا شرعی اور قانونی حق ہے جس سے انہیں محروم کیا جارہا ہے اور اگر ہوں گے تو گھر کا سا سکون اور سہولیات اُن کو کون فراہم کرے گا؟ اور ان کی تعلیم اور دیگر ضروریات کیسے پوری کی جائیں گی؟

۳:- فرض کیجیے کہ رحم دل منصف نہ کسی کو دارالامان بھیجتا ہے اور نہ ہی کسی کو خانہ بدر کرتا ہے، بلکہ فاصلہ رکھنے کا حکم صادر کردیتا ہے تو چھوٹے چھوٹے گھروں میں ایک خاتون دوسری خاتون سے کتنے فاصلے پر رہے گی؟

بلکہ ان کی خامیوں کے جواب میں یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ عدالت کو کسی فریق کو استثنا دینے کا حق ہے، کیونکہ دفعہ کا تعلق عبوری حکم سے ہے جو ایمرجنسی قسم کا ریلیف ہے اور مدعا علیہ کو ابھی سماعت کا

موقع ہی نہیں دیا گیا ہے۔

''(ہ) کسی بھی پُر تشدد فعل کے لیے یا جس کے پُر تشدد ہونے کا امکان جو متضرر شخص کی زندگی، حرمت یا شہرت کو خطرے میں ڈال سکتا ہو کے لیے اسے GPS ٹریکر پائل یا کلائی کڑا پہنایا جائے، اور......۔''

ا:- یعنی مردوں کو چوڑی یا پازیب نما زیور پہنایا جائے گا۔ٹریکر کو چوڑی اور پازیب سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ شے مردوں کے لیے ذلت آمیز ہے۔کیا بیوی کو طلاق کی دھمکی یا تہذیبِ نفس کے لیے اس کی تادیب اتنا سنگین جرم ہے کہ شوہر کو انتہائی خطرناک مجرموں والا کڑا پہنا دیا جائے؟ تعزیراتِ پاکستان کی رو سے اگر کوئی کسی کا سر پھاڑ دے یا پیٹ چیر دے پھر بھی اسے مزید جرم سے باز رکھنے کے لیے یہ سزا نہیں دی جاتی۔ یہاں تو وہ مجرم بھی نہیں بلکہ ملزم ہے اور الزام صرف اس قدر ہے کہ رات باہر گزارنے پر بیٹی سے پوچھتا ہے اور الزام بھی محض الزام ہے، عدالتی ثبوت اس کا نہیں، بلکہ یک طرفہ دعویٰ ہے اور عدالت کے نزدیک بھی جرم ثابت نہیں، بلکہ زمانہ آئندہ میں اس کا احتمال ہے، مگر قانون ساز اسے ہتھکڑی یا بیڑی پہنا رہے ہیں۔

بسوخت عقل زِ حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

شریعتِ اسلامی توہین آمیز سزاؤں کی حوصلہ شکنی کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ تادیباً جھاڑو سے یا چپل سے مارنا خصوصاً سر پر سزا دینا ممنوع ہے کہ انتہائی ہتک آمیز ہے۔اقوامِ متحدہ بھی ذلت آمیز سزاؤں کی ممانعت کرتا ہے۔

عزت اور ذلت کا معیار معاشروں میں مختلف ہوتا ہے۔ہماری روایات اور ثقافت میں خانگی چپقلش پر خاندان کے معزز رکن یا بزرگ کو یہ سزا دینا یقیناً توہین آمیز اور مقدس رشتوں کی تذلیل ہے۔

(جاری ہے)